

حضرت مولانا شاہ بلخ الدین
نور تلو امریکہ

دمشق کے قاضی صاحب

دمشق کی گلیوں میں ایک جگہ بڑی بھیر بھاڑ تھی ایک معمولی سے مکان کے آگے مجمع لگا تھا یہ مکان کس کا تھا اور یہ مجمع کیسا؟ ابھی مجمع بڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک بزرگ اس معمولی گھر سے نکلے۔ فخر دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس پر سوار ہوئے اور آگے بڑھ گئے۔ راستہ جامع عمری دمشق کا تھا۔ مجمع دم بدم بڑھتا ہی جا رہا تھا اور گلیوں سے نکل کر جب یہ لوگ بازار میں پہنچے، تو معلوم ہوتا تھا جیسے شاہراہ پر کوئی شاہی جلوس گیا ہے۔ یہ جلالت و شان یہ بے پناہ عقیدت یہ ادب و احترام تو شنشناہوں کے جلوس میں بھی نظر نہیں آتا۔ اتنے لوگ تھے کہ راستہ بھر گیا تھا کبھی کوئی کبھی کوئی آگے بڑھتا اور ان مرد بزرگ سے کچھ نہ کچھ پوچھ کر پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

یہ طالبان علم کا مجمع تھا اور جلالت مآب حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ۔ مسجد آتے جاتے طالب علم ان سے مسائل پوچھتے اور وہ بتاتے جاتے تھے۔ مسجد پہنچتے ہی درس شروع ہو جاتا۔ دور دور سے استفادے کیلئے لوگ جمع رہتے۔ حجاز میں اہل علم اور اہل اللہ کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہاں سے بھی علم کے پیاسے اس دریائے علم کی طرف کھینچ چلے آتے۔ طلبہ کی کثرت کا یہ حال ہوتا کہ ایک ایک وقت درس میں سولہ سولہ طالب علم شریک رہتے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرط محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ 'آج آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابو دردارؓ سے بڑا کوئی عالم نہیں!'

حضرت ابو دردارؓ ان ممتاز صحابہ میں تھے جو آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں پورے قرآن کے حافظ ہو گئے تھے۔ یوں توفیق اور حدیث کا بھی درس دیتے تھے لیکن مزہ قرآن پاک کے درس میں تھا۔ فن تجوید میں بھی وہ یکتائے روزگار تھے۔ شام میں قرآن مجید کی تعلیم اور درس کیلئے فاروق اعظمؓ نے خاص طور پر انہیں مامور کیا تھا۔ کلام اللہ کی بعض مشکل آیتیں ایسی تھیں جن کا مطلب انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا تھا اے ان سے کئی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا

جاتا تو بڑا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ صحابہ کرام کی بعض محفلیں احادیث نبویؐ کے تذکرے کیلئے مخصوص ہوتی تھیں۔ یہ وہ موقع ہوتا جب وہ اپنی اپنی سنی ہوئی حدیثیں ایک دوسرے کو سناتے۔ الفاظ کی صحت کرتے ان کے مطالب پر غور کرتے اور ایک دوسرے کے علم سے فائدہ اٹھاتے۔ حضرت ابو دردؓ ان محفلوں کی رونق تھے کبھی کبھی خود ایسی محفلوں کی ابتدا کرتے اور اپنے ساتھیوں سے پوچھتے فلاں بات کے سلسلے میں رسالت پناہ نے کیا ارشاد فرمایا تھا۔

فقہ میں بھی آپ کا خاص درجہ تھا۔ کوفے سے چل کر لوگ دمشق آتے اور فقہی مسائل میں آپ کی رائے معلوم کر کے جاتے تھے۔ حضرت ابو دردؓ کی خانگی زندگی بڑی پرسکون تھی۔ گھر میں علم اور عبادت کی فضا تھی۔ دو بیٹیاں آپ کے عقد میں آئیں۔ ایک ام دردؓ اکبریٰ اور ایک ام دردؓ اصغریٰ۔ دونوں بہت پڑھی لکھی اور بڑی عبادت گزار بیٹیاں تھیں۔ بڑی صحابیہ تھیں۔ فتوے دیتیں اور حدیثیں روایت کرتی تھیں۔ ام دردؓ اصغریٰ صحابیہ نہ تھیں لیکن علم و فضل میں ممتاز تھیں۔ اور بے مثل قاری کی حیثیت سے مشہور تھیں۔ شام میں ہزاروں عورتوں نے ان سے کلام اللہ سبقتا پڑھا۔ بڑے لڑکے بلالؓ دمشق کے قاضی تھے۔ ان کے علاوہ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں۔ حضرت ابو دردؓ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے وہ بھی بدر کی فتح کے بعد۔ زندگی کے آخری زمانے میں بڑا افسوس کرتے اور فرماتے کہ کاش میں دعوت حق میں شریک رہتا! اکثر کہتے انسان زندگی میں ایک لمحہ نفس کی غلامی کر لے تو بعد میں بڑا وقت اس پر افسوس کرنے میں گزارتا ہے۔ صحابہ کرام میں ان کی عزت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمرؓ نے شرکائے بدر کے برابر ان کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی ایمان لے آتے تو صالحین اسلام میں ان کا شمار ہوتا!

ایک بار گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں آئے تو اس شان سے گھوڑے پر سوار تھے کہ بانگے شہسوار معلوم ہوتے تھے۔ مجاہد اعظم ﷺ اس وقت احد کے دامن مین مشرکین مکہ کے خلاف مسلمانوں کی صف بندی فرما رہے تھے۔ ایک نظر انکو دیکھا تو آپ کو بندہ مومن کی یہ شان

عویمیر نام تھا۔ ابو دردانکیت۔ عدی بن کعب کا خاندان تھا اور خزاج قبیلہ۔ جنگ احد میں شریک تھے۔ بعد کی لڑائیوں میں بھی شریک رہے۔ ہجرت کے بعد بھائی بند کا جو سلسلہ قائم ہوا تو اس میں حضرت سلمان فارسی انکے بھائی بنائے گئے۔ حضرت ابو دردائی کی زندگی کا حال یہ تھا کہ دنیا کی دلفریبیاں ذرا بھی چھو کر نہ گئی تھیں۔ سادہ تر زندگی بسر کرتے تھے۔ وصال نبویؐ کے بعد دمشق جا کر رہ گئے۔ جب مدینہ چھوڑنے کا طے کر لیا تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے۔ بولے میں نے سوچا ہے کہ شام کے علاقے میں کہیں جا کر بس جاؤں! مدینے سے رخصت کی اجازت دیجیے۔ حضرت عمر امیر المومنین تھے۔ سوچ میں پڑ گئے کہ کیا ذی علم ہستی مدینے سے چلی جا رہی تھی۔ کسی نہ کسی طرح روکنا چاہا۔ فرمایا اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو ایک شرط پر جاسکتے ہیں! حضرت ابو دردائی کو حیرت ہوئی۔ وہ تو اخلاقی اجازت مانگنے آئے تھے اور امیر المومنین ان پر پابندی لگا رہے ہیں۔ یہ پابندی کیسی؟ لیکن جانتے تھے کہ حضرت عمرؓ کا ہر کام خدا اور رسولؐ کیلئے تھا۔ اسلئے سوچا ضرور اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔ چنانچہ کچھ دیر غور کر کے بولے ”حکم! امیر المومنین نے کہا کہ حکومت کا کوئی عہدہ قبول کر لیجئے۔“ دنیا تو یہ موقع ڈھونڈتی رہتی ہے۔ لیکن ابو دردائی ویش خدا مست تھے۔ معذرت کیساتھ کہنے لگے ”یہ طے ہے کہ میں کوئی عہدہ قبول نہ کرونگا۔“ حضرت عمرؓ نے کہا ”تو پھر اجازت کی امید بھی نہ رکھیے۔“ بہت سوچ کر بولے ”اچھا تو پھر ایسا کیجئے کہ لوگوں کو قرآن وحدیث سکھانے کا اور نماز پڑھانے کا کام میرے ذمہ کر دیجئے۔“ دونوں سراپا اخلاص، صدق و صفا کے پیکر ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اسلئے اسی وقت بات طے ہو گئی اور حضرت ابو دردائی دمشق جا کر رہ گئے۔ شام پر رومیوں کی حکومت تھی۔ عجمیوں کا پر دوس تھا۔ زندگی میں بڑا تکلف بڑے ٹھاٹھ باٹھ تھے۔ مسلمان جو یہاں آکر بس گئے تھے۔ وہ بھی ان کا رہن سہن اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن حضرت ابو دردائی پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ تھا۔

حضرت عمرؓ ایک سفر کے دوران میں کچھ دن دمشق میں رکے کہ بہت سے ضروری کام کرنے تھے۔ حکومت کے کاروبار ختم ہوئے تو حضرت ابو دردائی کو پوچھا بتایا گیا پڑھنے پڑھانے کے سوا وہ کوئی کام نہیں کرتے۔ امیر المومنین مسکرائے اور خاموشی سے ان کے گھر کی راہ لی۔ شام ہو چلی

تھی دیکھا نہایت معمولی مکان ہے۔ نہ کوئی شوکت و شان نہ ڈیوڑھی نہ دربان! آرائش و نمائش کی کوئی چیز کہاں؟ وہاں تو گھر میں چراغ بھی نہ تھا۔ حضرت ابو دردراؓ اندھیرے میں کمبل اوڑھے ایک طرف پڑے تھے۔ وہی ابو دردراؓ جن کے علم و حکمت کے چراغ سارے شام بلکہ تمام عالم اسلام میں روشن تھے۔ عسرت اور تنگی کا یہ حال دیکھ کر امیر المومنین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ اس قدر تکلیف سے کیوں رہتے ہیں؟ جواب ملا کہ ”آنحضرت کا ارشاد تھا کہ ہمیں دنیا میں صرف اتنا سامان رکھنا چاہیے جتنا ایک مسافر کیلئے ضروری ہے۔ افسوس آپ کے بعد ہم لوگ کیا ہو گئے؟“ نبی اللہ کی یاد جو آئی تو دونوں بزرگ روتے رہے روتے رہے حتیٰ کے صبح ہو گئی۔ حضرت سلمان فارسیؓ جب بھی شام جاتے انہیں کے پاس ٹہرتے۔ دونوں میں بڑی محبت اور بڑا اخلاص تھا۔ حضرت ابو دردراؓ کی زندگی کا حال کچھ ایسا تھا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ہی نہیں حضرت سلمانؓ بھی ایک بار چونک پڑے۔ انہیں روکا کہ اس قدر مسافرانہ زندگی نہ گزارا! کچھ اپنے نفس اور بیوی بچوں کا بھی خیال رکھو! اللہ کیساتھ ان کا حق بھی ادا کیا کرو! لیکن معلوم ہوا سب اس حال میں خوش تھے۔

حضرت عمرؓ نے بہت چاہا کہ ابو دردراؓ کوئی عمدہ قبول کر لیں لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو ایک بار پھر انکو مجبور کیا جانے لگا۔ یہاں وہی ایک جواب تھا۔ بڑی مشکل سے دمشق کا قاضی بننا منظور کیا کہ اللہ کے بندوں کے جھگڑے چکائیں اور انہیں راہ راست پر لے آئیں۔ اس زمانے میں اکثر ایسا ہوتا رہا کہ امیر معاویہ جو قریب قریب تمام شام کے گورنر تھے دمشق سے باہر جاتے تو ان کو اپنا کام سپرد کر جاتے۔ حضرت ابو دردراؓ اس بات سے بہت گھبراتے لیکن جتنے دن کام کرتے خدا اور رسول کے احکامات میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔

حضرت ابو دردراؓ دل کے کھلے اور مہمانوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جو وظیفہ ملتا اس کا بڑے حصہ مہمانداری میں صرف کر دیتے۔ کچھ پاس نہ بھی ہوتا تب بھی مہمان کی بڑی خدمت کرتے۔ کھانے ہی کا اہتمام نہ ہوتا بلکہ مہمان رخصت ہونے لگتا اور ممکن ہوتا تو سفر خرچ کیلئے کچھ پیش کرتے۔ زندگی سہرا اصلاح و عمل تھی۔ کسی حاکم وقت سے کوئی غلطی سرزد ہوتی اور ان

کو معلوم ہوتا تو ٹوک دیتے۔ یہ خیال ہی نہ کرتے کہ وہ کس مرتبے کا آدمی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرتے دیکھا تھا اسلئے ہمیشہ اپنا کام آپ کرتے۔ مسجد نبویؐ میں ہوتے تو زمین صاف کرتے۔ پودے لگاتے انہیں پانی دیتے۔ بعض لوگوں کو تعجب ہوتا تو کہتے ”یہ سب تو ثواب کے کام ہیں۔“ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے دیکھا راستے میں ایک شخص کو لوگ پکڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا ”کیا معاملہ ہے؟“ کسی نے بتایا کہ اس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ مجمع میں کوئی اسے گالی دیتا تھا کوئی بے تحاشا مارتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ”کوئی شخص کنویں میں گر پڑے تو اسے نکالنا چاہیے۔ گالی دینے سے کیا حاصل؟“ یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس گناہ سے بچا لیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ اس شخص کو برا نہیں سمجھتے؟ فرمایا ”فطرتا اس میں کوئی برائی نہیں۔ اللہ اسے معاف کرے۔ جب توبہ کر لے گا تو میرا بھائی بن جائے گا۔“

ایک دن سعد بن ابی طلحہ عمری کو دیکھا۔ پوچھا ”آپ کا مکان کہاں ہے؟“ انہوں نے کہا کہ ”گاؤں میں مگر گاؤں شہر سے قریب ہے!“ فرمایا ”شہر میں نماز پڑھا کرو! جس مقام پر اذان بانمازند ہوتی ہو وہاں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بھیر یا ہمیشہ اس بخری کو پکڑتا ہے جو اپنے گلے سے دور ہوتی ہے۔“ حضرت ابو دردؓ بڑے زاہد و عابد انسان تھے۔ حضور اکرمؐ انکی بہت عزت رکھتے تھے۔ صحابہ کرام ان کی بڑی عزت کرتے۔ گھر اور باہر ان کے علم و فضل کے چرچے تھے۔ ہوا و ہوس زندگی کو چھو کر بھی نہیں گئی تھی۔ ہر فرض نماز کے بعد تسبیح پڑھتے۔ تہجد گزار عابد شب زندہ دار تھے۔ چاہے گھر پر ہوتے چاہے سفر میں چاشت کی نماز کبھی ناغہ نہ کرتے اور ہر مہینے میں تین دن پابندی سے روزہ رکھتے۔

اس عمل کے باوجود خوف خدا ہمیشہ غالب رہتا۔ ایک بار خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو حالت یہ تھی کہ منبر پر کھڑا نہ ہوا جاتا تھا۔ ہونٹ منہ خشک ہوئے جا رہے تھے بڑی مشکل سے لے ”بھائیو! اس وقت سے ڈرتا ہوں جب سوال و جواب ہو گا۔ پوچھا جائے گا کہ جو کچھ علم ہم نے دیا تھا اس کے برابر عمل کیوں نہ کیا تو کیا جواب دوں گا؟ قرآن مجید کی ہر آیت جسے پڑھتا رہتا ہوں سوال کرنے کھڑی ہو جائے گی کہ ہمارے علم و حکم پر کیا تھا تم نے اسے پورا کیا؟ کوئی

پوچھے گی کہ جن باتوں سے ہم نے روکا تھا تم ان سے بچ رہے؟ کوئی آیت م سوال کرے گی ہم نے تم کو خدا سے ڈرایا تھا اس کے عذاب کا خوف دلایا تھا کیا تم ان باتوں سے ڈرتے رہے جو خدا کو نا پسند تھیں۔۔۔ لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤنگا؟ ذرا سوچو کہ وہ کیسی سخت گھڑی اور کیسا سخت امتحان ہو گا اللہ سب کو اس وقت اپنی امان میں رکھے۔“

زندگی کے آخری دن تھے۔ یوسف بن عبد اللہ بن سلام دمشق آئے۔ اور ان کی خدمت میں پہنچے۔ پڑھتے کے شوق سے آئے تھے مگر دیکھا کہ استاد سخت بیمار ہیں۔ چنے کی کوئی امید نہیں تو ٹھہر گئے۔ ایک دن حضرت ابو درداءؓ نے کہا ”جاؤ! لوگوں کو بتادو کہ اب میرے چل چلاؤ کا وقت ہے۔“ اطلاع عام ہوئی تو بے حساب آدمی جمع ہو گئے۔ معلوم ہوا گھر پر جمع لگا ہے تو فرمایا کہ باہر لے چلو۔ باہر گئے بیٹھانے جاتا تھا۔ پھر بھی مجمع کو خطاب کیا۔ نماز کے بارے میں حدیث شریف سنائی اور بستر مرگ پر لوٹ گئے۔ مقصد یہ تھا کہ آخری درس حدیث کا ہو اور آخری سنت پوری ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ نے وصال سے پہلے نماز کے لئے تاکید فرمائی تھی۔

ہجرت کا بیسواں سال تھا اور حضرت عثمان کا دور خلافت مکہ کوچ کا وقت آیا۔ جیسے جیسے سورت کا وقت آتا گیا توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ بے چینی بڑھتی گئی۔ بیوی نے تسلی دی اور کہا کہ آپ صحابی رسول اکرم ہیں۔ خدا ضرور آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس قدر گزریہ و زاری نہ کیجئے۔ بولے ”کچھ پتہ نہیں کیا ہو گا؟“ پھر بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ بلال! یہی وقت تم پر بھی آئے گا۔ پتا! اس دن گیلے کچھ کر رکھو! اس کے بعد کلمہ طیبہ کے ورد میں لگ گئے۔ ایسی حالت میں روح پرواز کر گئی۔ ایک تابعی بزرگ حضرت مسروق جو اپنے دور میں امام تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ ”تمام صحابہ کا علم چھ بزرگوں میں جمع ہو گیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابو درداءؓ تھے۔“

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے ”دونوں باعمل عالموں کا کچھ ذکر کرو!“ مراد ہوتے حضرت ابو درداءؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ! جب حضرت معاذ بن جبلؓ کا انتقال ہونے لگا تو طالبان علم دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کہ اب کس سے علم حاصل کریں اور کس کے عمل کو دیکھیں تو خود حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ ابو درداءؓ سے سیکھنا، علم بھی عمل بھی!